پاکستان اور اسلام

اسلامی نظریہ کی طرف بڑھنے میں کون سی قوتیں مزاحمت کر رہی ہیں؟

ایک، عام مسلمان کی جہالت اور اسلامی تربیت سے محرومی۔

ہم جب کبھی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مسلمان ممالک میں، اور اسی طرح پاکستان میں بھی، مسلمان من حیث القوم اسلام کے دلدادہ ہیں، تو اس سے ہماری مراد صرف یہ ہوتی ہے کہ ان کے جذبات و احساسات اسلامی ہیں، اور روایات کا گہرا اثر ان کو اسلام سے وابستہ رکھے ہوئے ہے۔ لیکن اس واقعہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اور یہ بالکل ایک بدیہی حقیقت ہے، کہ ان عام مسلمانوں کی عظیم اکثریت جس اسلام کی دلدادہ ہے، اس سے نہ تو یہ اچھی طرح واقف ہے اور نہ اس کے اصولوں کے مطابق اس کو اخلاقی تربیت ملی ہے۔

یہ ہماری بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ مغربی استعمار کی آمد سے کئی صدی پہلے سے مسلمانوں کی حکومتیں اپنے بنیادی فرائض سے غافل رہیں اور انہوں نے مسلم عوام کو اسلامی تعلیم و تربیت دینے کا فرض پوری طرح انجام نہیں دیا، اس کے بعد جب مغربی استعمار مختلف اسلامی ملکوں میں اور خود ہمارے ملک میں آیا، تو اس نے ہمارے عقاید، اخلاق، اور تہذیب و تمدن کی جڑیں ہلا ڈالیں۔ اس نے ہم پر ایک ایسا نظام تعلیم، اور نظام سیاست و معیشت، اور نظام قانون و تمدن مسلط کیا، جو ہمارے فلسفہ حیات اور نظام زندگی سے پوری طرح متصادم تھا۔

ان ساری چیزوں کے اثرات مسلمان قوموں میں ہر جگہ پائے جاتے ہیں، اور اپنے ملک میں بھی ہم ان سے بری طرح متاثر ہیں۔ ہم یہ ضرور سمجھتے ہیں کہ اگر یہاں نظام حکومت قائم ہو جائے تو عوام کے جذبات واحساسات انشاء اللہ اس کا ساتھ دیں گے۔ لیکن ہمیں یہ غلط فہمی نہیں ہے کہ قوم کی جہالت و جاہلیت اس کے قائم ہونے اور چلنے میں مزاحم نہ ہو گی۔ لا محالہ اسلام کے لیے کام کرنے والوں کو کافی مدت تک جان مار کر محنت کرنا ہوگی، تاکہ قوم کی بگڑی ہوئی عادات و

خصائل کو درست کر کے اس نظام کے ساتھ ہم آہنگ کیا جائے جسے وہ جذباتی طور پر دل سے پسند کرتی ہے۔

اس معاملہ میں اصلاح کرنے والوں کو بڑی حکمت کے ساتھ ایک تدریجی پروگرام اختیار کرنا ہوگا۔ اگر حکمت اور تدریج کو وہ ملحوظ نہ رکھیں، اور کسی وقت بھی اصلاح کی پوری خوراک بیک وقت دے ڈالنے کی کوشش کریں، تو سارا کام بگاڑ کر رکھ دیں گے۔

دوسری مزاحم قوت ہمارے مذہبی طبقوں کا جمود ہے۔

ان لوگوں کو پوری طرح اس بات کا احساس و ادراک نہیں ہے کہ اسلام میں درحقیقت ثبات اور حرکت کے درمیان کس طرح توازن قائم کیا گیا ہے۔ کتاب و سنت کی رو سے مستقل طور پر ثابت و قائم کیا چیزیں رہنی چاہئیں، اور حرکت کن پہلوؤں میں اور کن امور میں ہونی چاہیے جس سے ہم زمانے کی ترقی کے ساتھ ساتھ آگے چل سکیں۔ ان کے نزدیک کلیات واصول اور منصوص احکام سے لے کر استنباطی جزئیات و فروع تک ہر چیز اٹل ہے۔

اس جمود کی وجہ سے بھی بہت سی رکاوٹیں اب تک پیش آئی ہیں، اور آگے بھی پیش آنے کا خطرہ ہے۔ اگر اصلاح کے لیے کام کرنے والے لوگ وہ ہوں جو قرآن و سنت اور فقہ اور اسلامی تاریخ پر اچھی نظر رکھتے ہوں، فرقہ بندی کے تعصبات میں مبتلا نہ ہوں، اور اپنے مزاج میں حکیمانہ اعتدال اور صبروتحمل بھی رکھتے ہوں، تو یہ مزاحمت تھوڑی یا بہت مشکلات کے باوجود رفع ہو سکتی ہے۔ ورنہ کم علم اور غیر معتدل لوگوں کے ہاتھوں یہ کام ہونے کی صورت میں سخت اندیشہ ہے کہ ہم اصلاح کرنے کے بجائے ملک میں مذہبی جھگڑے برپا کر دیں۔

تیسری مزاحم طاقت ملک کے اندر نہیں بلکہ باہر ہے۔

ہمارے مغربی دوست جن کے ساتھ ہم بہت سے مالی و معاشی و سیاسی رشتوں میں بندھے ہوئے ہیں، اور جنہیں ہمارے آزاد ہو جانے کے باوجود ہماری قسمت پر اثر ڈالنے کے بہت سے مواقع حاصل ہیں وہ خود چاہے کتنے ہی عیسائی ہوں اور عیسائیت پر فخر کریں اور کمیونزم کے مقابلے میں مذہب کے علمبردار نہیں، مگر مسلمان قوموں کو وہ مسلمان نہیں دیکھنا چاہتے۔ میرا احساس یہ ہے کہ وہ اب تک کمیونزم کے مقابلے میں اسلام کو زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں ان کی خواہش یہ تو ضرور ہے کہ مسلمان قومیں مذہب کی بنیاد پر کمیونزم کی مخالف ہوں اور اس کی مقابلے میں ان کا ساتھ دیں۔ لیکن جب کبھی کسی ملک کو وہ اسلام کی طرف پلٹتے دیکھتے ہیں اور انہیں خطرہ ہوتا ہے

کہ اب جہاں اسلام کا بول بالا ہونے والا ہے' تو اپنی تمام جمہوریت نوازی کو چھوڑ کر اور اپنے تمام اصول آئین و قانون کی نظرانداز کر کے وہ اس قوم کے اندر غیر آئینی انقلاب کی ہمت افزائی کرنے پر اتر آتے ہیں۔ جموریت کے مقابلے میں ڈکٹیٹر شپ کی حمایت کرنے لگتے ہیں اور انتہائی وحشیانہ ظلم و ستم جو دینی رہنماؤں اور دینی کارکنوں پر کیا جائے' اس پر نعرہ ہائے تحسین و آفرین بلند کرتے ہیں۔ یہ تماشا ہم کئی برس سے مسلسل دیکھ رہے ہیں' اور ہمیں یہ یقین ہو چکا ہے کہ مسلم ممالک کے اندر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے راستہ میں صرف اندرونی طاقتیں ہی مزاحم نہیں ہیں بلکہ ان کی پشت پر یہ بیرونی طاقتیں بھی ہیں۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ ہماری جنگ آزادی ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔ ہمیں آزادی کے لیے ابھی مزید لڑائی لڑنی ہے۔

پھر بدقسمتی سے اس وقت دنیا کی سب سے بڑی بین الاقوامی طاقت یعنی امریکہ پر ایک شیطان کا سایہ بھی ہے۔ اس شیطان کا نام ہے یہود۔

بین الاقوامی سازشیوں کے اس خطرناک گروہ کے ہاتھ میں بہت بڑی معاشی طاقت بھی ہے اور پریس کی طاقت بھی۔ خصوصیت کے ساتھ امریکہ کی خارجہ سیاست پر اس کو جو تسلط حاصل ہے' اس نے تمام امریکیوں کو ان کی خواہش اور ارادے کے بغیر نہ صرف عرب سے' بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں سے' زبردستی بھڑا دیا ہے۔ یہ یہودی حقیقت میں امریکہ کے لیے' انگریزی محاورہ کے مطابق' نفس امارہ *Evil Genius* بنے ہوئے ہیں۔

جس مسلمان قوم کے اندر مذہبی احیاء کے آثار نمودار ہوتے ہیں' یہ اس کے متعلق فوراً دنیا میں خطرے کی گھنٹی بجانے لگتے ہیں اور اس کی خبریں دنیا کو اس طرح سناتے ہیں جیسے دنیا میں کوئی بڑی آفت آنے والی ہے۔ اگر کسی مسلمان قوم میں الحاد اور بے دینی کا زور ہو رہا ہو تو یہ اس پر بغلیں بجاتے ہیں اور دنیا بھر کو خبر دیتے ہیں کہ وہ قوم بڑی ترقی کر رہی ہے۔ بہت *Progressive* ہو گئی ہے۔ اگر کہیں کسی دینی تحریک کو کچلا جا رہا ہو' مقدمے چلائے بغیر لوگوں کو قید کیا جا رہا ہو' فوجی عدالتوں میں بالکل مضحکہ خیز طریقوں پر مقدمات چلا کر لوگوں کو پھانسیوں کی سزائیں دی جا رہی ہوں تو اس کی خبریں دنیا کو اس انداز سے دیتے ہیں گویا کوئی بہت بڑا نیک کام کیا جا رہا ہے۔ اور کوئی شرم ان کو ایسے افعال کی تحسین کرتے وقت لاحق نہیں ہوتی۔ اگر کسی مسلم ملک میں جمہوریت کو بالائے طاق رکھ کر اور آئین و قانون کی مٹی پلید کر کے کوئی ڈکٹیٹر شپ قائم کر دی جائے' تو اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور دنیا کو یقین دلاتے ہیں کہ مسلمان قومیں جمہوریت کے قابل ہی نہیں ہیں۔ ان کے لیے تو ڈکٹیٹرشپ ہی موزوں ہے۔

امریکہ کے عام باشندے ذرا محسوس نہیں کرتے کہ اس طرح اپنی اغراض کے لیے یہودی سرمایہ دار اور یہودی پریس ان کو گواہ کر کے ایک خطرناک بین الاقوامی الجھن میں مبتلا کر رہے ہیں۔ وہ تو یہ دیکھتے ہیں کہ عملاً یہی اس وقت امریکہ کی پالیسی ہے اور یہودیوں کے زیر اس کی سیاسی طاقت اسی پالیسی کے لیے استعمال ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ سے امریکہ کی وہ تمام ں اور فنی امداد جو وہ مسلمان ملکوں کو دیتا ہے، بجائے کوئی خیر سگالی پیدا کرنے کے، الٹا اثر مرتب کر رہی ہے۔ اس کی وجہ سے مسلمان، اس کے باوجود کہ کمیونزم کے مقابلے میں ان کا مفاد مغربی طاقتوں سے متحد ہے، اپنے اندر ان کی حمایت کے لیے کوئی جذبہ نہیں پاتے۔ بلکہ ان کے دلوں میں کمیونسٹ بلاک سے کچھ کم نفرت مغربی بلاک کے لیے نہیں ہے۔

مسلمان یہ سوچتے ہیں کہ ہم آخر کمیونسٹ بلاک کے مقابلے میں مغربی بلاک کا ساتھ کیوں دیں ؟ اگر ہماری عزیز اور محبوب قدریں دونوں کے ہاتھوں سے یکساں طور پر پامال ہوتی ہیں، تو ہمارے عمل میں ایک کے مقابلے میں دوسرے کے لیے ہمدردی پیدا ہونے کی کیا معقول وجہ ہے۔ ایک قوم کے خواص تو اپنے مخصوص مفادات کے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں۔ لیکن ایک قوم کے عوام میں لڑنے کا جذبہ صرف اسی حالت میں ابھرتا ہے جب کہ وہ اپنی عزیز و محبوب چیزوں کو خطرے میں دیکھے . ہیں اور ان کو بچانے کے لیے اٹھنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ مسلمان بہرحال مغربی ممالک کے لیے کرائے کے سپاہی نہیں بن سکتے کہ محض مالی امداد لے کر وہ ان کی خاطر کمیونسٹ بلاک سے لڑیں۔ وہ اگر سچے جذبے کے ساتھ لڑ سکتے ہیں تو صرف اپنی تہذیب اپنے تمدن اور اپنے عقائد و نظریات کو بچانے کے لیے لڑ سکتے ہیں۔ اگر اسی چیز کو مغربی طاقتیں اپنی مداخلت یا ریشہ دوانیوں سے مسلمان ممالک میں پامال کرا دیں تو پھر انہیں مسلمان قوموں سے کسی تائید کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ نوری السعید اور چیانگ کائی شیک کی قسم کے لوگ مختلف مسلمان ملکوں میں کھڑے کر کے وہ کچھ دنوں ان سے فائدہ اٹھاتی رہیں۔

بہرحال یہ تیسری مزاحمت مسلمان ممالک میں اسلام کا احیاء چاہنے والوں کے لیے ایک بہت بڑا دردِ سر بنی ہوئی ہے۔ جس کو بھی اس مقصد کے لیے ان ملکوں میں کام کرنا ہو، وہ اس کی طرف سے آنکھیں بند کر سکتا۔ اس کو اپنے حساب میں رکھ کر ہی اسے اپنا پروگرام بنانا ہو گا۔

آپ کے خیال میں گزشتہ بارہ سال میں پاکستان اسلامی نظریہ سے قریب آیا ہے یا اس سے دور ہٹا ہے ؟

قریب بھی آیا ہے اور دور بھی ہٹا ہے۔

• قریب اس لحاظ سے آیا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد سے اب تک اسلامی نظام کے حق میں مسلسل اتنا کام اتنے وسیع پیمانے پر ہوا ہے نہ اس سے پہلے اس ملک میں کبھی ہوا تھا اور نہ کسی دوسرے مسلمان ملک میں اس کی کوئی نظیر پائی جاتی ہے۔ اس کام کی وجہ سے ایک طرف علمی حیثیت سے اسلامی نظام کے تمام گوشے اچھی طرح روشنی میں آ گئے ہیں' اور اب ساون کے چند اندھوں کو چھوڑ کر اس ملک میں ایماندار اہل علم واصحاب فکر میں کوئی ایسا نہیں رہا جو یہ کہہ سکتا ہو کہ "اسلامی نظام" کوئی مبہم سا تخیل ہے جس کا نقشہ ہمارے سامنے واضح نہیں ہے۔ دوسری طرف عوام کے اندر اس مسئلے پر اتنی بیداری پیدا ہو چکی ہے اور اس کے حق میں ایسی مضبوط رائے عام تیار ہو گئی ہے' کہ اب کسی میں یہ ہمت نہیں ہے کہ وہ کھل کر اس ملک میں لا دینی نظام لانے کا ارادہ ظاہر کر سکے۔

اس کے علاوہ دو چیزیں اور بھی ہیں جنہوں نے اسلامی نظریہ کے لیے یہاں راہ ہموار کرنے میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ ایک یہ کہ بے شمار مذہبی اختلافات کے باوجود تمام اہل دین شروع سے اب تک اسلامی نظام کے مطالبے اور اس کی اصولی صورت کے بارے میں پوری طرح متفق رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ' لا دینی کے حامی مغربیت زدہ طبقے کے ہر عنصر کو پچھلے --- سالوں میں یہاں اپنا امتحان دینے کا پورا موقع مل چکا ہے۔ اور انہوں نے اپنا ایسا براحساب ساری قوم کے سامنے پیش کیا ہے کہ ان کی کوئی اخلاقی ساکھ اب باقی نہیں رہی ہے۔ حقیقتہً قوم اب ان سے پوری طرح مایوس ہو چکی ہے' اور ان کے اندر اب کوئی عنصر ایسا نہیں رہ گیا جس کو آزمائش کا موقع دینے کا کوئی سوال پیدا ہوتا ہو۔

دور اس لحاظ سے ہوا ہے کہ اس تیرہ سال میں برسر اقتدار مغرب پرست طبقے کی مختلف تدبیروں سے اور اس کے بیرونی حامیوں کی مالی امداد اور قومی ترقی کے پروگراموں سے قوم کے اخلاق میں اتنا بگاڑ رونما ہو چکا ہے جتنا آزادی سے پہلے غلامی کی پوری ڈیڑھ صدی میں بھی نہیں ہو سکا تھا۔ تعلیم و تربیت کا ناقص نظام نئی نسل کا ستیاناس کر چکا ہے' اور کرتا چلا جا رہا ہے "ثقافت" کے نئے رنگ ڈھنگ اور اس کے ساتھ ریڈیو سینما اور فحش لٹریچر اونچے طبقوں سے لے کر دیہاتی عوام تک کو رنگیلا اور عیاش اور جرائم پیشہ بنانے میں شب و روز سرگرم ہیں' اور ان کی بدولت اخلاقی پستی کا زہر قوم کی رگ رگ میں اتر گیا ہے۔

اونچے طبقوں کی بدترین مثالوں سے متاثر ہو کر عورتوں میں بے پردگی بڑھ رہی ہے۔

مردوزن کے اختلاط میں اضافہ ہو رہا ہے' بے حیائی کے مظاہروں کا ایک سیلاب امڈا چلا آ رہا ہے۔ ان سب اسباب کے ساتھ مل جل کر ضبط ولادت کی تحریک وہ خطرناک خدمت انجام دے رہی ہے جو ہماری آبادی میں زنا اور اس کے قدرتی نتائج کو نقطہ عروج پر پہنچا دے گی' اور ہمارے عائلی نظام کی جڑیں ہلا ڈالے گی۔

پھر ہمارے سرکاری افسروں اور ملازموں میں' تاجروں اور صنعت کاروں میں' اور دوسرے طبقات میں حرام خوری خیانت فرض ناشناسی اور آئین و قانون کی بے احترامی ایک وبا کی صورت اختیار کر چکی ہے' جسے روکنے کی ہر تدبیر مرض میں مزید اضافے ہی کی موجب ثابت ہوئی ہے۔

یہ حالات' ظاہر ہے کہ اسلامی نظریہ کے مطابق اصلاح کو روز بروز مشکل سے مشکل تر کرتے چلے جا رہے ہیں۔

آپ کے نزدیک اسلامی نظریہ کو عملاً بروئے کار لانے کے لیے کون سے اقدامات ہیں۔ سیاسی اور تہذیبی زندگی پر اس نظریہ کے کیا اثرات مرتب ہونے چاہیں:

سب سے پہلے جس چیز کی ضرورت ہے وہ تو اس ملک میں جمہوریت کے بحالی ہے۔ اس لئے کہ اگر اس ملک کی حیثیت اس گھوڑے کی سی ہو جس کے منہ میں لگام ڈال کر ہر طاقت ور شخص اس پر زبردستی سوار ہو جائے اور اسے اپنے راستے پر چلانا شروع کر دے' تو ایسی حالت میں گھوڑے غریب کے لیے یہ سوچنا ہی لاحاصل ہے کہ وہ کدھر جانا چاہتا ہے' اور اپنی مرضی کے راستہ پر جانے کے لیے اسے کیا کرنا چاہیے۔ ہمیں سب سے پہلے اس حالت کو بدلنا چاہیے۔

ہم کو یہاں ایک آزادانہ جمہوری ماحول درکار ہے جس میں اظہار خیال اجتماع تنظیم اور سعی و جہد کی آزادی ہو' جس میں ہر شخص اپنے خیالات کے مطابق رائے عام کو ہموار کرنے کی کوشش کر سکے' جس میں رائے عام کو کسی نظریہ کے حق میں ہموار ہو جانا ہی اس نظریے کے مطابق قیادت میں تبدیلی ہو جانے کے لیے کافی ہو' اور جس میں قیادت کی تبدیلی کے لیے ایک پر امن آئینی راستہ موجود ہو۔ ایسے ماحول میں تو یہ ممکن ہے' میں اپنے نظریے کو بروئے کار لانے کے لیے کچھ اقدامات سوچ سکوں انہیں بیان کر سکوں' لوگ ان کے صحیح یا غلط ہونے کے متعلق کوئی رائے قائم کر سکیں' اور جن کے نزدیک وہ صحیح ہوں' وہ میرے ساتھ مل کر عملاً ان اقدامات کے لیے کوشش کر سکیں۔ لیکن اگر یہ ماحول موجود نہ ہو تو میرا اور آپ کا کسی قسم کے اقدامات کو سوچنا بے کار ہے۔ پھر تو سوچنا صرف ان لوگوں کا کام ہے جو گھوڑے پر سوار ہونے کی طاقت رکھتے ہوں۔

یہ لازمی اور ابتدائی شرط پوری ہونے کے بعد' جو اقدامات اس نظریے کو بروئے کار لانے کے لیے درکار ہیں وہ تین بڑے بڑے شعبوں پر مشتمل ہونے چاہیں۔ یا دوسرے الفاظ میں اس مقصد کے لیے بیک وقت تین سمتوں میں متوازن طریقے سے کوشش کی جانی چاہیے۔

ایک' تبلیغ و تعلیم اور تعمیر فکر۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ ہم اپنے ملک کی آبادی کو وسیع اور عمیق پیانے پر اسلام کے عقائد' اصول' احکام اور اخلاقی و عملی تقاضوں سے آگاہ کریں۔ غیر اسلامی نظریات وافکار اور نظام زندگی کے جو اثرات ان کے ذہن میں تھوڑے یا بہت اتر گئے ہیں ان کو صاف کریں۔ مختلف ذہنی طبقات کو ان کی استعداد کے مطابق یہ سمجھائیں کہ اسلام کے مطابق ہماری زندگی کے مختلف شعبوں کی تشکیل کس طرح ہونی چاہیے اور مختلف مسائل حیات کو کیسے حل کرنا چاہیے۔

دوسرے' اصلاح اخلاق۔ یعنی لوگوں کی عملی زندگی کو اسلام کے تقاضوں کے مطابق درست کرنا اور ان غیر اسلامی اثرات کو عملاً ان کی زندگی سے خارج کرنا جو جہالت و جاہلیت کی وجہ سے یا قدیم غیر اسلامی تقالید کے باعث یا مغربی تہذیب و تمدن کی بدولت ان کے اندر پھیلے ہوئے ہیں۔

تیسرے' نظام حکومت کی اصلاح ۔ تاکہ حکومت کے ذرایع و وسایل اور اس کے قوانین اور اس کے انتظامی اختیارات اسلام کے مطابق ہماری زندگی کی تعمیر نو میں استعمال ہو سکیں' اور بالآخر ہم دنیا میں اس مشن کو پورا کرنے کے قابل ہو جائیں جو ایک امت مسلمہ ہونے کی حیثیت سے خدا نے ہمارے سپرد کیا ہے۔

ان تینوں شعبوں میں جس نوعیت کا کام درکار ہے اس پر غور کرنے سے خودبخود آپ ایک چوتھی چیز کی ضرورت بھی محسوس کرلیں گے جس کے بغیر یہ کام نہیں ہو سکتا۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک گروہ ہمارے اندر ایسا ہو جو اس کام کو انجام دینے کے لیے مخلص 'صحیح الفکر اور صالح العمل کارکنوں پر مشتمل ہو' وہ منظم طریقے سے اس مقصد کے لیے سعی و جہد کرے' وہ خود اپنے کارکنوں کی اصلاح وتربیت کی طرف بھی متوجہ رہے' اور کام کی وسعت کے ساتھ ساتھ مزید کارکن بھی پیدا کرتا رہے۔(چراغ راہ کراچی 'نظریہ پاکستان نمبر)